اسلام کا نظریہ فرحت وانبساط عصری تناظر میں

عقیل احمد

ریسرچ اسکالر، اسلامک لرننگ

Absract

Enjoyment is the basic right of every man and woman. Every religion, culture and soicety has their own rules and traditions behind this concept. Islam, that gives comprehensive guidance in every walks of life, has determined the clear rules in this regard. It is the beauty of Islam that it does not stress and eliminate the human desires but purifies and modifies them and also tells the human beings, how it be possible to fulfill their desires. In this article an attempt was made to highlight this issue.

اسلام نے خواہشات انسانی کی تکمیل کیلئے بڑے احسن اصول متعین کیے ہیں کیونکہ یہ دین فطرت ہے۔اس کا مقصد فطری تقاضوں کو ختم کرنا یا دبانا نہیں بلکہ مہذب انداز سے اُن کو پورا کرنا ہے۔خوش رہنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسلام نے انسان کے اس فطری جذبہ کا احترام کرتے ہوئے اُس کو آداب فرحت وانبساط سکھائے ہیں ہر دور اور ہر معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی طور پر خوشی کی رسومات، رواج اور تیوہار نظر آتے ہیں۔جن میں لوگ اپنی ثقافت اور مذہب کے مطابق مسرور ہوتے رہے ہیں۔عہد جدید جس کی وجہ سے گزشتہ دو صدیوں سے ہر معاملہ زندگی میں تبدیلی آئی ہے۔اس طرح عیش وطرب اور تفریح میں بھی تنوع نظر آتا ہے۔اسلام کا اس ضمن میں کیا نظریہ ہے۔اس مقالہ میں اسی موضوع پر گفتگو کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تفریح، فرحت، تفرح ان تمام کا مادہ فرح ہے۔علامہ ابن منظور اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:۔

الفرحُ : نقیض الحزن، وَ قَال ثعلب : هو اَن یجد فی قلبه خفّة ، فرح فَرُحاً (1)

فرح: غم کی ضد ہے، امام ثعلب کا قول ہے کہ جب کوئی کسی شخص کے دل سے تنگی قلق واضطراب زائل ہو جائے اور وہ خوش وخرم ہوتو پھر کہتے ہیں:۔ ''فرح فرحا''

اس کی وضاحت کرتے ہوئے جوہری کہتے ہیں:۔

فرحَ به: سُرَّ ، جب کوئی شخص کسی بات پر خوش ہوتو کہتے ہیں۔ ''فرح به'' اور ''فرح'' ایک اور معنی '' البَطَرُ ، اترانا بھی ہے۔جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔اِنَّ اللّٰـه لا یحبُّ الفرحین (بیشک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

فرحت وخوشی کے قلبی اثرات کے حوالے سے اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ زبیدی لکھتے ہیں:۔

اَلْفَرحُ : اَلسُّرُوْرُ . اَلْفَرَحُ کا لغوی معنی ہے ''سرور'' اَلْفَرَحُ هوا انشراح الصدر بلذة عاجلةغیر آجلةٍ (3)

جبکہ اصطلاح میں ''الفرح'' سے مراد کسی وقتی اور فوری لذت پر خوشی محسوس کرنا ہے۔علامہ زبیدی مزید لکھتے ہیں کہ یہ خوشی عام طور پر اُن لذات میں ہوتی ہے جو ظاہری دنیا میں جسم انسانی کو حاصل ہوتے ہیں۔ذالک فی اللذات البدنیة الدنیویة.

مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہوئی کہ فرحت یعنی خوشی، غم وحزن کے خاتمے کا نام ہے اور کسی بھی طرح کی لذت ملنے سے جو سرور ملتا ہے وہ فرحت ہی ہے۔

اس طرح حدیث میں بھی یہ لفظ آیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:۔

للّٰه أشدّ فرحاً بتوبة عبده المومن (4)

اللہ تعالیٰ بندہ کی مومن سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

اُردو کی معروف لغت فرہنگ آصفیہ میں لفظ فرح کی وضاحت بھی کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ خوشی، خرمی، شادی، شادمانی، فرحت، انبساط، شاداں وغیرہ (5)

ہر انسان وہ جہاں کہیں بھی رہتا ہو جس مذہب، قبیلے سے بھی اس کا تعلق ہو۔حصول نعمت یا کسی اور معاملے میں اُس کا خوش ہونا بدیہی امر ہے۔حصول نعمت میں مال یا عہدہ ملنے، شادی اور اولاد کے ہونے وغیرہ کے موقع پر انسانوں کا خوش ہونا یکساں امر ہے۔اس کے علاوہ کچھ مذہبی، ثقافتی، سماجی یا خاندانی تیوہار یا مواقع ایسے آتے ہیں جب انسان خوش

ہوتے ہیں۔اسی میں تنوع ہے۔ تیوہاروں کے مواقعوں پر خوشی منانے کا تعلق مذہب، معاشرے اور وہاں کی ثقافت سے بہت گہرا ہوتا ہے۔

تاریخ انسانی کے مطالعہ سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے ہر قوم میں کچھ تیوہار ایسے ہوتے تھے۔جب وہ اکٹھے ہو کر خوشی مناتے تھے۔قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت توڑنے کا ذکر کیا ہے۔آپ نے اُس وقت بت توڑے جب پوری قوم اپنا تیوہار منانے کسی خاص مقام پر اکٹھی ہوئی تھی۔(6)

اِسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب فرعون کے جادوگروں سے مقابلہ ہوا تو وہ قومِ فرعون کی ''زینت'' کا دن تھا۔یعنی اُن کا کوئی خاص تیوہار تھا۔ (7)

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب اُن سے آسمانی کھانے ''مائدہ'' کا تقاضا کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کے نزول کی دعا کی اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس کا نزول ہمارے اگلوں اور پچھلوں کیلئے ''عید'' کا دن ہو۔(8)

حصول نعمت پر خوشی کرنے کو قرآن نے بھی ایک طرح سے مستحب قرار دیا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:۔

قُل بفضل اللّٰہ وبرحمته فبذٰلکَ فلیفرَ حوا.(9)

فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور رحمت ملنے پر خوشی مناؤ۔

فلیفرحوا ایک طرح سے فعل امر ہے۔لیکن یہ امر استحبابی ہے وجوبی نہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے ''فضل'' اور ''رحمت'' ملنے پر خوشی کرنا ایک پسندیدہ کام ہے۔

فضل کیا ہے؟ ہر جائز نعمت، مال، کاروبار، اقتدار، عہدہ، ڈگری سب اللہ کے فضل میں شامل ہیں۔ان کے ملنے کے بعد خوشی کرنا ایک مسلمان کا فطری تقاضا بھی ہے اور شرعی اجازت بھی ہے۔لیکن خوشی منانے کے وہ طریقے جو حرام کی طرف لے جائیں یا کوئی ایسا کام جس سے کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی ہو ممنوع ہیں یا غرور وتکبر کا مظاہرہ کرنا ایسے امور کو اسلام تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ بلکہ نعمت ملنے کے بعد بجائے شکر کے غرور کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

لا تفرح اِن اللّٰہ لا یُحب الفَرحین O (10)

اتراؤمت، بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

علامہ زبیدی زجاج کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

لا تفرح بکثرة المال فی الدنیا ، لاَنَّ الذی یفرح بالمال یصرِفه فی غیر امرِ الاٰخِرة، لِاَنَّه' اِذَا سُرَّ ربَّما اَشِرَ (11)

نہ اتراؤ دنیا میں مال کی کثرت پر، کیونکہ مال کی کثرت پر اترانا امورِ آخرت (عمل صالح) سے پھیر دیتا ہے۔ کیونکہ اکثر (مال کی کثرت) پر خوش ہونا شر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

فضل کے بعد اللہ تعالیٰ نے رحمت کے حصول پر خوشی منانے کو بھی مباح قرار دیا ہے۔ رحمت کیا ہے؟ قرآن، حضور اکرم ﷺ کی ذات، رمضان المبارک، بارش کا نزول، اولاد کی پیدائش جو سب اللہ کی رحمتیں ہیں۔ ان حوالوں سے کسی طرح بھی خوشی کرنا امر مباح ہے۔

اِسی طرح جشن نزول قرآن کی محفل کرنا، نبی کریم کی ولادت باسعادت کے حوالے سے محافل کا انعقاد کرنا، استقبال رمضان کے حوالے سے کوئی محفل، بیٹی بیٹے کی پیدائش پر عقیقہ اور جمعہ وعیدین کے ایام پر خوش ہونا اور اہتمام وغیرہ کرنا یہ سب جائز امور ہیں اور ایک مسلمان یقیناً ان مواقعوں پر نہ صرف ذہنی طور پر آسودہ ہوتا ہے بلکہ قلبی اور روحانی طور پر بھی مسرور نظر آتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ جب مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز تھے اور مکہ کے گرد ونواح میں بازار یعنی میلے لگا کرتے تھے۔ جس میں خرید وفروخت، ملنا ملانا، کھانے، مشاعرے وغیرہ ہوتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اِن میلوں جو کثیر انسانوں کی تفریح کا ذریعہ تھے کو ہدف تنقید نہیں بنایا بلکہ جو امور فکری اور عملی طور پر شریعت کے خلاف تھے اُس پر بات کرتے تھے۔

اِسی طرح جب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ سال میں دو دن بہت خوش ہوتے ہیں۔ یعنی اُن کے کوئی تیوہار ہوتے ہیں جس دن ایک طرح سے وہ جشن مناتے تو آپ نے وہاں فرمایا کہ اللہ کریم نے اس سے بہتر دو دن عطا کر دیئے ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ (12)

عیدین یوم فرحت ومسرت ہیں اچھا لباس، لذیذ کھانے، مصافحہ ومعانقہ، تحفے تحائف دینا، دعوتیں کرنا، سیر کو جانا، گلے شکوے دور کرنا ان سب میں ایک انسان کی ذہنی آسودگی کا سامان ہے۔

اس طرح جمعہ کے دن کو بھی بہتر دن اور عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ غسل کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، صاف ستھرا لباس پہننا، یعنی پورے اہتمام کے ساتھ مسجد میں آکر نماز جمعہ ادا کرنا ان تمام امور کی تاکید کی گئی ہے۔

جمعہ اسلامی تصور اجتماعیت ووحدت کا عملی اظہار ہے جس کا مقصد اہل ایمان کو ایک مرکز میں اکٹھا کر کے اُن کے درمیان دوریوں کو ختم کر کے ایک دوسرے کے قریب لانا ہے جس سے ہمدردی وغمگساری کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد اور مسائل حل کرنے کی سوچ راسخ ہوتی ہے جو تسلی کا باعث ہے۔ اس کے علاوہ جب سے جمعہ کی چھٹی کا تصور آیا ہے اُس کی وجہ سے عموماً اس دن نکاح، عقیقہ، ایک دوسرے کے ہاں دعوتیں اور سیر وغیرہ کو جانا جیسے امور رواج پا گئے ہیں۔ اس طرح یوم جمعہ روحانی واجتماعی فوائد کے علاوہ ذہنی آسودگی بھی عطا کرتا ہے۔

عیدین اور جمعہ کے علاوہ عالم اسلام میں صدیوں سے خوشی کی ایک بڑی تقریب حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن ہے ۱۲ ربیع الاول کو اہل اسلام عید میلاد النبی کے نام سے جشن مناتے ہیں خود نبی کریم ﷺ پیر کا روزہ باقاعدگی سے رکھا کرتے تھے حضرت ابوقتادہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ جب آپ سے پیر کے روزے کے مطابق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

ذاک یوم ولدت فیه و یوم بعثت او اُنزل علیَّ (13)

آپ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا، اس دن مجھے مبعوث کیا گیا، یا اس دن پر مجھ پر قرآن نازل ہوا۔

علامہ غلام رسول سعیدی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:۔

''اہلسنت و جماعت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی منانا اور سال کے تمام ایام میں عموماً اور ماہ ربیع الاول میں خصوصاً آپ کی ولادت کا ذکر کرنا، آپ کے فضائل و مناقب اور شمائل و خصائل کو مجالس اور محافل میں بیان کرنا جائز اور مستحب ہے اور صدقات و خیرات کے ہدایا کا آپ کی جناب عالی میں ایصال ثواب کرنا اہل اسلام اور بزرگان دین کا معمول ہے'' (14)

اہل ایمان کا جو تعلق حضور اکرم ﷺ سے ہے وہ بیان کا محتاج نہیں یہ ایمانی تقاضا ہے کہ مومن اپنے نبی کا نام سن کر شاد ہو جاتا ہے۔ اُن کی سیرت، اخلاق، احترام، عظمت، محبت، ولادت تمام وہ باتیں جو آپ سے متعلق ہوں اُن کو وہ نہ صرف وفور محبت سے سماعت کرتا ہے بلکہ کماحقہ عمل کی بھی کوشش کرتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محفل منانے کا انداز کوئی بھی ہو اُس سے منع نہیں کیا جا سکتا شرعی حدود میں رہ کر کسی بھی طرح آپ کا ذکر کیا جائے گا۔ وہ قابل تحسین ہی ہوگا۔ ایمانی وفطری تقاضا ہے کہ اس طرح کی محافل کا انعقاد زیادہ سے زیادہ کیا جائے تا کہ تعلق بالرسول راسخ ہو۔ یہاں پر ایک بات ذہن میں آتی ہے کہ قرن اول میں اس طرح کی کوئی محفل باقاعدہ طور پر نہ سجائی گئی اور نہ ہی آپ کی ولادت پر خوشی کے اس طرح کے مناظر سامنے آئے اور نہ ہی ولادت رسول پر کوئی تقریب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حوالے سے چند باتیں قابل غور ہیں:۔

پہلی بات یہ ہے کہ کیا قرن اول میں اہل ایمان نبی کریم ﷺ کے ذکر سے خوش نہ ہوتے تھے؟ کیا وہ آپس میں بیٹھ کر آپ کی عظمت و مقام، احترام، اخلاق، سیرت، ولادت وغیرہ کا ذکر نہ کرتے تھے؟ بلکہ احادیث و سیرت کے مطالعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں آپ کے سامنے آپ کی عظمتوں، آپ کے اخلاق، آپ کی

سیرت اور آپ کی ولادت وغیرہ کے تذکرے بڑی محبت سے کیے جاتے کتب سیرت میں تو اس حوالے سے اشعار بھی موجود ہیں۔

دوسری بات اس حوالے سے یہ ہے کہ قرآن وسنت میں کسی بھی معاملے میں عموماً اصول ہی بیان کیے گئے ہیں عام معاملات زندگی میں عوامی تعامل اور ''عرف'' کو اہمیت دی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے حوالے سے محفل سجانے میں اصل تصور آپ کی محبت ہے اور آپ سے محبت کا اظہار کا کوئی بھی طریقہ ہو جائز ہی ہوگا۔ بشرط یہ کہ کسی شرعی حکم سے متصادم نہ ہو۔ آپ کی ولادت کی محفل میں عموماً تلاوت، نعت خوانی اور آپ کے فضائل وسیرت کا بیان ہوتا ہے۔ آخر میں کھانا وغیرہ سامعین وحاضرین کو پیش کیا جاتا ہے۔ ان تمام امور میں کوئی بھی کام ایسا نہیں جو غلط ہو۔ بلکہ ان تمام امور کو بحسن خوبی ادا کرنے کا حکم ہی دیا گیا ہے۔

اسلام نے اس کے علاوہ خوشی کرنے سے منع نہیں کیا۔ انسانی مزاج ہے کہ کوئی راحت ملنے پر خوش ہوتا ہے اور کسی بھی طرح کی تنگی یا مصیبت میں افسردہ نظر آتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

واِذَآ اَ ذقنـا الناس رحمةً فرحوا بها وَان تصبهم سيّئَة'' بما قدمت اَيديهم اِذا هم يقنطون(15)

اور جب انسان کو کوئی رحمت پہنچتی ہے تو اس پر خوش ہوتا ہے اور جب اُس کے اعمال کی وجہ سے تکلیف ملتی ہے تو مایوس ہوتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت کسی بھی نوعیت کی ہو کسی بھی صورت میں ہو ملنے پر خوش ہونا انسان کی فطرت میں شامل ہے یہ اُس کا حق ہے قرآن نے اُس کی مذمت نہیں کی۔ بلکہ اُس رویے کی مذمت کی ہے کہ اُن کی بد عملی کی وجہ سے اِن کو جو تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے تو اُس وقت یہ نا اُمید ہو جاتے ہیں۔ نا اُمید ہونا، مایوسی کی کیفیت میں آنا، اس سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ مایوس وہ ہوتا ہے جس کا رب سے کوئی تعلق نہ ہو جو رب کا ہے وہ ہمیشہ پر اُمید ہی رہتا ہے۔

سورۃ روم میں رومیوں کے غلبہ کی خوشخبری سنائی کہ عنقریب اُن کو فتح ملے گی تو پھر مومنین کی کیا حالت ہوگی۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

و يَوْ مَئِذٍ يفرح المومنون (16)

اُس دن اہل ایمان خوش ہونگے۔

اِس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ فتح وکامیابی کے دن خوشی کرنا اگر شرعی حدود میں ہو تو کوئی قباحت نہیں۔ یہاں

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس دن خوشی ملے کیا اُس دن کو ہر سال Celebrate کرنا مناسب ہے یا نہیں؟

اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر قرآن وسنت میں اس حوالے سے کوئی ممانعت ہے تو پھر اس طرح کی خوشی ممنوع ہوگی اور اگر ممانعت نہیں تو پھر قرآن وسنت کے اصولوں پر اس کو پرکھا جائے گا اور اگر کوئی قباحت نہ ہو تو اس طرح خوشی کرنا بھی جائز ہوگا بلکہ احادیث سے ہر سال خوشی منانا ثابت ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہود ہر سال دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ اس طرح کیوں کرتے ہو؟

تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرعون سے نجات دی تھی۔ آپ نے سن کر ارشاد فرمایا کہ تم سے زیادہ ہم اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ روزہ رکھیں تو آپ نے نہ صرف خود بھی روزہ رکھا بلکہ اس کو مستحسن بھی قرار دیا (17)

مصیبت وافتاد کے دور ہونے پر خوش ہونا بھی انسانی مزاج میں شامل ہے اس حدیث میں اس کی طرف اشارہ نظر آرہا ہے۔

مسرت وخوشی کے موقع پر کھیل کود، گانا وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ عہد جدید میں سرکس، جھولے، ساحل سمندر کی سیر، باغات میں جانا، ہوٹلنگ کرنا وغیرہ اوران جیسے دیگر امور خوشی کے مواقعوں بالخصوص عیدین کے موقع پر نظر آتے ہیں۔ عہد رسالت میں عیدین کے موقع پر کھیل اور غنا کے حوالے سے دو واقعات کا حوالہ ملتا ہے۔ دونوں ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے حوالے سے مذکور ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں:۔

دخل عليّ رسول اللّٰه و عندی جاریتان تغنیان بغناءِ بعاث ، فاضطجع علی الفراش و حوّل وجهہُ و جاءَ ابوبکر فانتهر نی وقال : مزمارة الشیطان عند رسول اللّٰه ؟ فاقبل علیه رسول اللّٰه فقال : د عهمافلما غفل غمز تُهُما فخَرجتا(18)

(ترجمہ) میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اُس وقت میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں آپ بستر پر لیٹ گئے اور آپ نے اپنا منہ پھیر لیا اور حضرت ابوبکر آئے انہوں نے انہیں ڈانٹا اور کہا: نبی کریم کے پاس شیطان کے آلات! تب رسول اللہ نے اُن کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو پھر جب ان کی توجہ ہٹی تو میں نے اُن

لڑکیوں کو اشارہ کیا وہ چلی گئیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ:

وکان یوم عید یلعب فیه السودان بالدّرق و الحراب ، فاءِ ماّ سَالتُ رسول اللّٰه ﷺ و إما قال : اتشتهین تنظرین ؟ قُلت : نعم ، فاقا منی و راءَ ہُ خَدّی علی خدّہ وھویقول : دُونکم یا بنی ارفدۃ حتی إذا مللتُ قَال : حسبُکَ قُلتِ : نعم ، قال فاذھبی (19)

(ترجمہ) حضرت عائشہ ہی سے روایت ہے کہ عید کے دن حبشی، ڈھالوں اور برچھیوں سے جنگی مشقیں کر رہے تھے پس یا تو میں نے نبی کریم سے سوال کیا تھا۔ یا خود آپ نے فرمایا کیا تم دیکھنا چاہتی ہو میں نے عرض کیا: جی ہاں پس آپ نے مجھے اپنے پیچھے کیا میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے۔ اے بنی ارفدہ! کھیلتے رہو حتی کہ جب میں اُکتا گئی تو آپ نے پوچھا: یہ تمھیں کافی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر جاؤ۔

ان دونوں احادیث میں گانے اور کھیل وغیرہ کا ذکر ہے پہلی حدیث میں گانے کا ذکر آلات کے ساتھ ہے۔ حدیث میں ''مزمار'' کے الفاظ ہیں یہ اُس دور کا کوئی موسیقی کا آلہ ہوگا دف بھی ہوسکتا ہے جس کے ساتھ وہ لڑکیاں گا رہی تھیں اہل مدینہ کے ہاں خوشی منانے کا شائد یہی انداز ہو جس پر نبی کریم نے بھی انکار نہیں فرمایا لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اُن لڑکیوں کے غنا میں جو اشعار تھے وہ قبیح نہیں تھے بلکہ خاص واقعہ کی یاد کے حوالے سے تھے۔ اگر غنا میں اشعار غیر مناسب ہوتے تو نبی کریم فوراً منع فرما دیتے۔ اس کے علاوہ وہ لڑکیاں کسی مجمع عام میں پیشہ کے طور پر بھی نہیں گا رہی تھیں بلکہ خوشی کے دن اپنے فطری جذبات کا اظہار کر رہی تھیں۔ دوسری حدیث میں حبشیوں کے کرتب وغیرہ کا ذکر ہے۔ جس کو نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ نے ملاحظہ فرمایا۔

دورِ جدید میں اقوام عالم نے تفریح کا ایک بہت بڑا ذریعہ محافل موسیقی (Musical Shows) بھی ہیں۔ بلکہ اب تو باقاعدہ یہ ایک پروفیشن بن گیا ہے۔ تعلیمی اداروں میں شعبہ موسیقی کے علاوہ اس کی تربیت کے لئے ادارے بھی موجود ہیں۔ مسلم حلقوں میں یہ موزوں زیر بحث رہا ہے کہ موسیقی جائز ہے یا جائز؟

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اس حوالے سے ذکر کیا جائے۔ پہلی بات یہ ہے کہ موسیقی کو فی نفسہ حرام، کلی حرام، یا حرام قطعی عہد اول سے لے کر آج تک نہیں کہا گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس میں تین باتیں ہیں:۔

1۔آواز 2۔شاعری 3۔آلات (مزامیر وغیرہ)

اچھی آواز اللہ کی طرف سے عطیہ ہے خوش گلو ہونا انسانی امتیازات میں سے ہے۔محنت وکوشش کرکے اپنی آواز کوخوبصورت بنانا ایک اچھا کام ہے۔بالخصوص تلاوت،نعت،اذان،اور وعظ کیلئے اگر اپنی آواز کوخوبصورت بنانے کیلئے ریاض کیا جائے تو یہ ایک مستحسن امر ہے۔بلکہ قرآن واذان کیلئے تو خوبصورت آواز کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

دوسرا پہلو ہے شاعری، یہ بھی فی نفسہ غلط نہیں قرآن نے جہاں شعرا کی مذمت کی ہے وہاں مقصد اُن کی شاعری میں موجود باطلانہ فکر اور دور جہالیت کی فرسودگی اور ہیجانیت کا رد کرنا ہے۔کلام میں اگر مقصدیت اور اثرات کے لحاظ سے بہتری ہو تو یہ محمود ہی کہلائے گی۔حمد،نعت، وطن کی محبت،حریت فکر، جہاد کی فکر اور دشمن کے ہجو وغیرہ جیسے موضوعات پر شاعری کرنے والے شعراء عہد رسالت میں بھی موجود تھے۔

خود نبی کریم ﷺ نے مختلف موضوعات پر شاعری سماعت کی ہے اور اعلیٰ شاعری کی تعریف بھی فرمائی ہے۔

تیسرا پہلو ہے مزامیر (آلات)،عہد رسالت میں اس حوالے سے دف اور اس کے علاوہ کچھ آلات کا ذکر ملتا ہے۔جبکہ سب سے معروف شے اس حوالے سے دف ہی تھا۔ جہاد،عیدین،شادی کے موقع پر اس کا بجانا مستحب قرار دیا گیا ہے۔شادی اور جہاد پر اس کے بجانے کا مقصد اعلان کرنا ہے۔جب عید کے موقع پر خوشی کا اظہار کرنا ہے۔

اس کے علاوہ بھی اس کی ممانعت نہیں کی گئی۔مثلاً جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں بچیوں نے دف کے ساتھ اشعار پڑھ کر آپ کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کیا۔

فقہائے کرام کو موسیقی کے ضمن میں سب سے زیادہ اختلاف آلات ہی سے رہا ہے اور ان کو'' لھوالحدیث'' سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مزامیر ہی ''لھوالحدیث'' ہیں اور معاشرتی فساد کا عظیم سبب ہیں اور ان کا سدباب ضروری ہے؟ یا ان کے علاوہ اور بھی کچھ سماجی بگاڑ کے اسباب ہیں؟

تو جس طرح معاملات زندگی میں جو شے فی نفسہ حرام نہ ہو اُس کے جس طریقہ کار سے فساد پیدا ہو تو اُن طریقوں کیلئے سد ذرائع کا اصول استعمال کیا جائے گا۔اسی طرح یہاں بھی حرام قطعی کی طرح ان کو فی نفسہ غلط کہہ کر پابندی لگانا مناسب نہ ہوگا۔اُن طرائق یا ذرائع جن کے ذریعے فساد و بگاڑ کا اندیشہ ہو اُس کا تبدیل کرنا ضروری ہے۔

عصر حاضر میں تین طرح سے موسیقی کے انداز نظر آتے ہیں:۔

1۔محفل سماع (قوالی) 2۔ملی نغمے 3۔عام گیت یا فلمی گانے وغیرہ

ان میں محفل سماع یعنی قوالی کے خلاف تو بہت کم اختلاف سامنے آیا کیونکہ اس کے مجوزین صوفیاء ہی تھے جن

میں اکثریت علماء وفقہا ہی کی تھی۔ رہی بات ملی نغموں کی یعنی اپنی ملت، وطن کی محبت و دفاع میں نغمہ آرا ہونا اس پر بھی کم ہی اختلاف ہے۔ تیسرا جو عام گیت جو عموماً فلمی ہوتے ہیں اُن کی شاعری، اُن کے گانے کا انداز، اور فلمائے جانے کا طریقہ تمام ہی غیر شرعی معلوم ہوتے ہیں جس کی چند وجوہات ہیں:۔

1۔ ان میں شاعری عموماً مقصدیت سے خالی ہوتی ہے اور ہیجان پیدا کر کے اخلاق و عمل میں بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

2۔ ایسی نغموں کو اکثر مخلوط طریقے سے ہی فلمایا جاتا ہے جو سو فیصد غیر شرعی ہے۔

3۔ اس طرح کی موسیقی اور گانوں شاید ہی کوئی ان کے مفاسد سے محفوظ رہ سکے اگر ان سے تفریح حاصل کرنا مقصد ہے تو تفریح کا مقصد فکری آسودگی دینا ہے نہ کہ اخلاقی ابتری۔ اس لئے موسیقی کے نام پر اس طرح کے خرافات سے جتنا ہو سکے بچنا ہی بہتر ہے اور ان کے غلط اور فضول ہونے میں اہل علم کو کوئی کلام نہیں۔

معروف مفسر و محدث علامہ غلام رسول سعیدی شرح صحیح مسلم میں اس موضوع پر آئمہ اربعہ کے دلائل نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

> ”گانا (غناء) اور آلات موسیقی دو الگ الگ چیزیں ہیں گانا مطلقاً حرام نہیں اگر گیت کا مضمون جائز ہو تو گانا جائز ہوگا اور گیت کا مضمون ناجائز ہو تو گانا ناجائز ہے اور آلات موسیقی میں دف کے علاوہ باقی آلات کو سننا اور بجانا مطلقاً حرام (ظنی، یا مکروہ تحریمی) ہے اور دف میں تفصیل ہے عید، نکاح، ولیمہ، جہاد اور ختنہ کی تقریب میں قلیل مقدار کے ساتھ دف بجانا جائز ہے اور اس کے علاوہ ناجائز ہے“۔(20)

علامہ سعیدی نے چند خوشی کے مواقعوں پر غنا اور دف وغیرہ کی رخصت کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کو ناجائز کہا ہے اگر کسی انسان کی زندگی میں اس کے علاوہ کوئی خوشی کا موقع آجائے تو وہ غنا وغیرہ کا اہتمام کرے تو کیا یہ ناجائز ہو گا؟

جیسا کہ آج کل ”عیدالوطنی“ یعنی ملک کے جشن آزادی کے موقع پر ہوتا ہے۔ عربوں میں بھی یہ رسم رائج ہے بلکہ تھوڑا عرصہ قبل تو سعودی عرب کے فرماں روا کی صحت یابی پر دف کے ساتھ نغمے گا کر اُن کی صحت یابی پر جشن منایا گیا۔ اِسی طرح بچوں کی سالگرہ کے موقع پر اور الیکشن جیتنے کے بعد اگر مناسب اشعار کے ساتھ دف (ڈھول وغیرہ) بجایا جائے تو کیا یہ ناجائز ہوگا؟

نبی کریم ﷺ انسانیت کے حقوق کی پاسداری اور فطری جذبوں کی جائز تسکین کے لئے تشریف لائے ہیں۔ چند خوشی کے مواقعوں پر غنا و دف وغیرہ کی اجازت مرحمت فرما کر انسان کو زندگی میں آنے والے پر مسرت مواقعوں پر خوش

ہونے اور اُس کا اہتمام کرنے کا جواز فراہم کر رہے ہیں۔لیکن حدود و قیود کے اندر رہ کر۔

غنا کے حوالے سے علامہ سعیدی فتاوی عالمگیریہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

''بعض فقہانے کہا ہے کہ فصاحت اور نظم قوانی کے استفادہ کیلئے گانے میں کوئی حرج نہیں ہے بعد فقہانے کہا جب اکیلا ہو تو پریشانی دور کرنے کیلئے گانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ یہ بر سبیل لہو نہ ہو۔(21)

اِن احادیث اور اقوال فقہائے کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ خوشی کے مواقعوں پر غنا اور کراتب دکھانے میں کوئی ہرج نہیں۔ نبی کریم کے عہد مبارک میں جس قسم کے کھیل یا کرتب وغیرہ کا رواج تھا۔اُس کو آپ نے مباح قرار دیا اِسی طرح ہر علاقے اور ہر زمانے میں جس کھیل و کرتب وغیرہ کا بھی رواج ہوگا۔وہ مباح ہونگے۔بشرط یہ کہ اُن میں کوئی غیر شرعی امور نہ ہوں۔عہد حاضر میں بھی اسلامی و مغربی مما لک میں بسنے والے مسلمان خوشی کے تیوہاروں پر اپنے عرف اور علاقائی رسم و رواج کے مطابق مختلف تقریبات، کھیل، میلے یا دیگر طریقوں سے خوشی کا اظہار کرتے ہیں تو اُن میں اگر کوئی غیر شرعی امور نہیں تو وہ مباح ہی کہلائیں گے۔اُس کے علاوہ عصر حاضر میں میلوں (Fair)، نمائش (Exhibation) کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ان میں طرح طرح کے بازار لگتے ہیں۔انواع و اقسام کی اشیائے خورونوش کے اسٹال لگتے ہیں سرکس اور جانوروں کی لڑائی اور بعض دفعہ ہارس اینڈ کیٹل شو کا انعقاد بھی ہوتا ہے۔لوگ دور دراز سے آتے ہیں اور خوب لطف اٹھاتے ہیں تو اس میں بھی اگر جانوروں کا نقصان نہ ہو مقصد صرف عوام کو محظوظ کرنا ہو تو یہ جائز ہی قرار پائیں گے۔

اس حوالے سے سبل الہدی والرشاد کے مؤلف نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں رہاوبین (ایک قبیلہ) کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

اس وفد میں رہاوبین قبیلہ کے 13 افراد شامل تھے یہ مذحج قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔یہ وفد دس ہجری میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور رملہ بنت حارث کے گھر میں جو سرکاری مہمان خانہ تھا اس میں ٹھہرایا گیا۔ایک دن حضور اکرم ﷺ اُن کے پاس تشریف لے آئے اور دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔انہوں نے بارگاہ اقدس میں چند تحائف پیش کیے۔ان میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کا نام مرواح تھا۔حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق اُس کے سوار نے اُس کا رقص اور دیگر کرتب دکھائے۔حضور اکرم ﷺ نے اُسے بہت پسند کیا۔(22)

اس طرح تعلیمی اداروں میں کھیل کے کچھ دن مخصوص کر لئے جاتے ہیں۔جنہیں عام طور پر سپورٹس ڈے یا

سپورٹس ویک کہا جاتا ہے ان میں طلباء کے لئے جسمانی مشقوں کے ساتھ ساتھ خوشی اور تفریح کا موقع بھی ہوتا ہے۔ جس میں وہ بڑی گرم جوشی سے حصہ لیتے ہیں۔ اداروں کی طرف سے مسابقت (Competition) کی فضا پیدا کرنے کیلئے انعامات رکھ دیئے جاتے ہیں جس سے مزید دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بذات خود طلبا میں مقابلہ کروایا۔ اس حوالے سے حضرت عباس کے ایک صاحبزادے تمام روایت کرتے ہیں:۔

> ''حضور اکرم ﷺ حضرت عباس کے صاحبزادوں عبداللہ، عبیداللہ، کثیر اور قثم وغیرہم کو ایک صف میں کھڑا کرتے اور پھر فرماتے تم دوڑ لگاؤ جو سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گا اُس کو یہ یہ انعام ملے گا'' (23)

نبی کریم ﷺ انسانیت کے رحمت بن کر تشریف لائے ہیں آپ نے زندگی گزارنے کے جو جامع اصول دیئے ہیں وہ نہ صرف انسان کی اخلاقی، روحانی، معاشی، سماجی زندگی کو سنوارتے ہیں بلکہ اس کو تندرست و توانا رکھنے کے ساتھ ساتھ فکری آسودگی اور قلبی طمانیت بھی عطا کرتے ہیں۔ معاملات زندگی میں ''یُسر'' اور ''عرف'' کے پہلو کو سامنے رکھ کر اگر سماج میں بہتری لانے کی کوشش کی جائے تو کچھ بعید نہیں کہ اسلام کی آفاقی تعلیمات کو جدید تقاضوں کے مطابق پیش کیا جا سکے، خوشی و راحت انسانی زندگی کے بنیادی پہلوؤں میں سے ہے۔ اس لئے مرورِ زمانہ کے ساتھ اگر اِس میں جدیدیت یا تنوع آیا ہے تو وہ کوئی غیر اسلامی نہیں بلکہ جس طرح دیگر معاملات زندگی میں جدیدیت کو قبول کیا گیا ہے اس طرح تفریح میں بھی جدید انداز کو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرط یہ کہ وہ اسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہو۔

حوالہ جات

۱۔ الافریقی، محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت س۔ن۔ جلد۲ ص ۵۴۱

۲۔ الجوہری، الصحاح، دار الحضارۃ العربیۃ بیروت س۔ن۔ جلد ۲ ص ۲۳۰

۳۔ الذبیدی، مرتضی حسینی، تاج العروس، التراث العربی وزارۃ الارشاد والانباء فی الکویت ۱۹۷۰ء جلد ۷۔ ص ۱۲

۴۔ مسلم، رقم الحدیث، ۲۷۴۴

۵۔ دہلوی، سید احمد، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ لاہور طبع اول ۱۸۹۸ء جلد سوم ص ۳۳۰۔

۶۔ تفسیر جامع البیان مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ جلد ۱۷ ص ۵۱

۷۔ القرآن، طٰہٰ، ۵۹

۸۔ القرآن، المائدہ، ۱۱۴۔۱۱۲

۹۔القرآن، یونس، ۵۸

۱۰۔القرآن، قصص، ۷۶

۱۱۔تاج العروس، محولہ بالا

۱۲۔سنن ابی داؤد رقم الحدیث، ۱۱۳۴

۱۳۔مسلم، رقم الحدیث، ۲۷۴۷

۱۴۔سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم جلد۳، ص۱۶۹، فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۲ء

۱۵۔القرآن، الروم، ۳۶

۱۶۔القرآن الروم، ۳۰

۱۷۔البخاری، رقم الحدیث، ۲۰۰۴

۱۸۔البخاری رقم الحدیث، ۹۴۹

۱۹۔رقم الحدیث، ۹۵۰

۲۰۔سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم ج2، ص۶۹۴، فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۳ء۔

۲۱۔ایضاً ص۶۷۵

۲۲۔علامہ محمد بن یوسف الصلاحی، سبل الہدی والرشاد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ جلد ۶ ص۵۱۶، بحوالہ ضیاء النبی جلد۵ ص۲۹۳

۲۳۔سبل الہدی والرشاد، جلد۷ ص۲۴